Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:9 (1982)

کتاب الطــواسین کا ایک جائزہ

عتیق الرحمن عثمانی

حسـین بن منصور المعـروف بہ حـلاج (م ۳۰۹ھـ)تاریخ تصوف کی ایک متنازعہ فیہ شخصیت ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی عظمت ایک مسلمہ امر ہے۔ حـلاج کو جو ابدی زندگی نصیب ہوئی ہے وہ اس کے کسی علمی کارنامہ کی بنا پر نہیں ہوئی بلکہ اسکی موت نے اس کو حیات جاویداں بخشی ہے۔ جس بے باکانہ انداز میں اس نے اپنے نظریہ اور مقصد کیلئے جان قربان کی ، اس کی مثال تاریخ میں کم ھی ملتی ہے۔

حـلاج نظریۂ وحدۃ الوجود کا مبلغ و مؤید تھا جس کی اشاعت آگے چل کر ابن عربی نے کی ۔ حـلاج کے تمام رسالوں میں جن کو اس نے کتاب کا نام دیا ہے اس نظریہ کا گہرا نقش ملتا ہے۔ پانچویں صدی ہجری میں حضرت پیر سید علی ہجویری المعـروف بہ داتا گنج بخش نے حـلاج کی حمایت میں قلم اٹھایا اور کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے حسین منصور کی محبت میرے دل میں بہت ہے اگرچہ وہ ایک حال پر قائم نہیں رہا ۔ میں نے اس کے کلام کی شرح میں ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔

اس کے بعد ساتویں صدی ہجری میں روزبہان بقلی نے اس کے خیالات ونظریات کی شرح کی ہے۔ موجودہ دور میں فرانس کا مشہور عالم اور محقق لوئی ماسینیوں حـلاج پر سب سے بڑی اتھارٹی تسلیم کیا جاتا ہے۔

حــلاج کی تصانیف کی تعداد بروایت ابن ندیم چھیالیس (۴۶) ہے۔ کشف المحجوب میں بھی داتا گنج بخش صاحب نے بھی کم وبیش یہی تعداد لکھی ہے اور طواسین کا ذکر کیا ہے۔ ان تمام رسالوں میں طواسین کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکی۔ ہم قارئین کرام کی دلچسپی کیلئے طواسین کا ایک سرسری جائزہ پیش کرتے ھیں۔

طـواسین ، طـاسین کی جمع ہے اور طاسین ، ط اور س ، دو الگ الگ حروف ھیں جو قرآن شریف میں سورۂ نحل کے شروع میں طـس کی صورت میں آئے ھیں۔ یہ اور اسی قسم کے بعض حروف جو مختلف سورتوں کے آغاز میں آئے ھیں علماء ان کو حروف مقطعات کہتے ھیں۔ ان کے معنی خدا اور رسول ھی بہتر جانتے ھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ھیں کہ ھر کتاب کا ایک بھید ھوتا ہے اور قرآن کا بھید یہی حـروف ھیں جو اس کے شروع میں آئے ھیں۔ اس سے ثابت ھوا کہ طاسین بھی بھید اور راز ہے اور طواسین بھی اسرارورموز ھیں۔

کتاب الطواسین کے گیارہ باب ھیں ، چونکہ یہ کتاب ، توحید ، مقام رسالت ، مشیت ، ذات و صفات اور سلوک ومعرفت کے اسرار ورموز سے بحث کرتی ہے اس لئے اس کا نام کتاب الطواسین رکھدیا گیا۔ اس کتاب کا مرکزی خیال خقیقت محمدیہ اور مقام رسالت ہے ، خاص طور پر معـراج کا واقعہ جس کا حــلاج نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ وہ ابواب جو اس میں قائم کئے گئے ھیں۔ یہ ھیں :

(۱) طاسین السراج (۲) طاسین الفہم (۳) طاسین الصفأ

(۴) طاسین الدائرہ (۵) طاسین النقطہ (٦) طاسین الازل

(۷) طاسین المشیئة (۸) طاسین التوحید (۹) طاسین الاسرار فی التوحید

(۱۰) طاسین التنزیهه (۱۱) بستان المعرفة

(۱) طاسین السراج میں حلاج نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی عظمت ورفعت اور آپ کے پیغام کی صداقت وھمہ گیری کا بھر پور انداز میں ذکر کیا ہے اور آپ کو ایک ایسے اعلی وارفع نور سے تشبیہه دی ہے جس کے سامنے تمام روشنیاں ماند ھیں ۔ اس طاسین سے حلاج کی اس محبت و عقیدت کا پتہ چلتا ہے جو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ تھی ۔ وہ کہتا ہے کہ «کوئی بھی اس عالم میں ہو یا اس عالم کے علاوہ ہو یا اس کے ماورا ہو وہ آپ سے زیادہ خوش طبع ، آپ سے زیادہ عظمت والا ، آپ سے زیادہ شہرت والا ، آپ سے زیادہ منصف ومنہربان ، آپ سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اور رحم دل نہیں ہے ۔ آپ صاحب معراج اکبر ھیں اور مخلوق کے سردار ھیں ، آپ کا حکم اٹل اور آپ کی ذات غنی ، آپ کی صفات بلند اور آپ کی ھمت منفرد ہے، تمام علوم آپ کے سمندر کا ایک قطرہ ھیں ۔ تمام حکمتیں آپ کی نہر کا ایک چلو ھیں اور تمام زمانے آپ کے وقت کی ایک ساعت ھیں ۔ آپ قرب میں سب سے پہلے اور نبوت میں سب سے بعد میں ھیں ۔ ازروئے حقیقت آپ باطن ھیں ازروئے معرفت آپ ظاھر ھیں ۔

(۲) طاسین الفہم ۔ اس باب میں بتایا گیا ہے کہ حقیقت تک مخلوق کے فہم کی رسائی نہیں ہے ۔ پھر حقیقة الحقیقة یا مقام محمدی ﷺ تک کسی انسان کی پہنچ کیسے ہو سکتی ہے، وھاں تک اگر کسی کی رسائی ہوئی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے ۔ چنانچہ معراج کے واقعہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے ۔ آپ کے علاوہ وھاں

تک کوئی نہیں پہنچ سکتا ، بلکه اس مقام تک پہنچتے پہنچتے فنا ہو جاتا ہے۔ اس بات کو ذہن نشین کرانے کیلئے پروانه وچراغ سے تشبیهه دی ہے۔ علم الحقیقة چراغ کی روشنی ہے اور یه پہلا مرتبه ہے۔ چراغ کی حرارت یعنی حقیقة الحقیقة دوسرا مرتبه ہے اور پروانه کا چراغ کی حرارت میں فنا ہو جانا تیسرا مرتبه ہے۔

(۳) طاسین الصفاء میں حلاج نے چالیس مقامات کا ذکر کیا ہے جن کو طے کرکے سالک اهل و صفاء وصفوت کا درجه حاصل کر سکتا ہے اور اسی ضمن میں یه بھی بتلایا ہے که همارے نبی صلی الله علیه وسلم اور حضرت موسی علیه السلام کے مقام میں کیا فرق ہے ؟ نبی کریم صلی الله علیه وسلم " مقام نظر " پر فائز هیں جبکه حضرت موسی علیه السلام " مقام خبر " پر متمکن هیں ـ اور ظاهر ہے که مقام نظر ، مقام خبر سے بلند ہے ـ حضرت موسی علیه السلام نے کوه طور پر چالیس دن گزارے آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے بھی غار حرا میں مراقبه فرمایا ـ جب آپ کو نبوت عطا هوئی تو آپ کی عمر شریف چالیس کے قریب تھی ـ

(حلاج نے اس موقع پریه نقطه بھی بیان کیاہے که جس طرح کوه طور پر حضرت موسی علیه السلام کو ایک درخت سے آواز سنائی دی اسی طرح میرا معامله ہے ع وه بول رهے هیں میری آواز نہیں ہے) ـ

(۴) طاسین الدائره ـ یه کتاب کا چوتھا باب ہے اس میں تین دائروں کا ذکر کیا گیا ہے ـ دائرے سے غیب کا عالم مراد هوتا ہے اور صوفیائے کرام کو کشف و شہود کے ذریعه وهاں کے احوال معلوم هوتے هیں۔

تین دائرے جن کا ذکر کیا گیا یه هیں :

(۱) پہلا دائره ، اس سے عالم ملک مراد ہے جسے عالم ناسوت اور عالم شہادت بھی کہتے هیں ـ

(۲) دوسرا دائرہ ، اس کو عالم ملکوت سے تعبیر کیا ہے جسے عالم ارواح بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) تیسرا دائرہ ، عالم جبروت ہے جسے حقیقت محمدیہ اور مرتبۂ احدیت بھی کہا جاتا ہے۔

پہلے دائرے کے حقائق تک رسائی ممکن ہے۔ دوسرے دائرے تک صرف خواص پہنچ سکتے ھیں ۔ تیسرا دائرہ یعنی مقام جبروت ، صفات الٰہی کی عظمت وجلال کا مقام ہے اس تک سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں پہنچا ۔

(۵) طاسین النقطہ ، طاسین الدائرہ کے بعد نقطہ کے بھید کا اس لئے ذکر ضروری ھوا کہ دائرہ کا تصور بغیر نقطہ مرکز کے نہیں کیا جا سکتا ہے چنانچہ حلاج نے تین دائروں کی رعایت سے تین نقطوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک نقطہ عروج ہے جسے فوقانی نقطہ کہا ہے اس سے عالم ملکوت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دوسرا نقطہ زوالی ہے جسے حلاج تحتانی نقطہ کہتا ہے اس سے عالم ناسوت (مادی دنیا) مراد ہے۔ تیسرا نقطہ مرتبۂ احدیت اور حقیقت محمدیہ ہے جسے صوفیا کی اصطلاح میں مقام تحیر کہتے ھیں ۔

حلاج کے نزدیک ان مقامات تک پہنچنا فنائے نفس کے بغیر ناممکن ہے۔ یہاں حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ان چار پرندوں کی مثال دیکر فنائے ذات کی تعلیم دی گئی ہے جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں موجود ہے۔

(٦) طاسین الازل والاالتباس ، طواسین کا یہ باب نہایت اھم ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ذات محض و مطلق کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کر دیا گیا ہے ابلیس اسی واسطے مردود ھوا ہے کہ

وہ مقام لاہوت سے گر پڑا ، اسی باب میں قرآن مجید کا وہ مکالمہ بھی ہے جو حق تعالی شانہ اور ابلیس کے درمیان مختلف صورتوں میں آیا ہے۔ ابلیس اگرچہ زبردست مؤحد ہے اور غیر اللہ کو اس نے سجدہ نہیں کیا ہے تاہم انکار کی بنا پر حجاب میں جا پڑا ہے۔

اس کے مقابلے میں حضرت موسی علیہ السلام مقام اطاعت میں رہے اور قرب خداوندی سے سرفراز ہوئے ۔حلاج نے وہ مکالمہ بھی دیا ہے جو حضرت موسی علیہ السلام اور ابلیس کے درمیان کوہ طور کی گھاٹی پر پیش آیا ۔ حضرت موسی علیہ السلام نے پوچھا ، کیا تو اس (حق تعالی کو) اب یاد کرتا ہے۔ ابلیس نے جواب دیا کہ میرے لئے اب مقام فکر ہے مقام ذکر نہیں رہا ہے۔

ابلیس کہتا ہے کہ اگر وہ مجھے ہمیشہ کیلئے بھی جہنم کی آگ سے عذاب دے ، تب بھی میں غیر کے سامنے نہیں جھکوں گا ، کیونکہ میں اس کا مد مقابل نہیں جانتا ہوں اور اس دعوے میں بھی میں سچا ہوں۔

حلاج کہتا ہے کہ ابلیس زمین پر بھی داعی ہے اور آسمان پر بھی۔ آسمان میں وہ فرشتوں کو بلاتا ہے تاکہ اچھائیاں دکھائے اور زمین میں لوگوں کو بلاتا ہے تاکہ برائیاں بتلائے ۔ ابلیس اپنے آپ کو سب سے زیادہ محرم راز سمجھتا ہے۔ اسی مقام ابلیس کی طرف علامہ اقبال کے اشعار میں جابجا حوالے ملتے ہیں ۔

اس طاسین میں حلاج کی وہ شطحیات بھی ملتی ہیں جو فرعون اور ابلیس کے ساتھ مناظرہ کی صورت میں پیش آئی ہیں اور مقام فتوت سے بحث کرتی ہیں یہاں یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ اسی مقام پر پہنچ کر حلاج کی زبان سے وہ کلمات جاری ہوئے جن کی بنا پر اس کو مرتد کہا گیا اور اس پر یہ الزام ہے کہ اس نے خدائی کا دعوی کیا اور اسی

واسطے وہ قتل کا سزاوار ٹھہرا ۔

حلاج کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ اس نے "اناالحق" کہا مگر طواسین کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جس انداز سے بات کہی ہے اس سے خدائی کا دعوی نہیں ٹپکتا ۔ طواسین باب ششم نمبر ۲۳ میں ہے " اور میں کہتا ہوں تم نے اگر اس کو نہیں پہچانا تو اس کے اثر (نشان)کو پہچان لو اور میں وہ اثر ہوں اور میں حق ہوں (اناالحق)۔

اس میں اثر (علامت ۔ نشان حق تعالی) ہونے کا دعوی کیا گیا ہے اور اس میں وہ برحق ہے ۔ اسی طرح باب سوم ، طاسین الصفا نمبر ۷ میں یہی ہے کہ میری مثال اس درخت کی سی ہے جو کوہ طور پر تھا ، اس سے جو آواز آ رہی تھی وہ درخت کی آواز نہیں تھی ، حق تعالی کی آواز تھی ، ایک درخت سے حق تعالی کی تجلی منکشف ہو سکتی ہے تو ایک کامل انسان سے کیوں نہیں ہو سکتی ۔ یہ وہ دعوی ہے جو کتاب الطواسین میں کیا گیا ہے اور اسی پر ہنگامہ دار و رسن برپا ہوا ہے ۔

ــہ بس اتنے پر ہوا ہنگامہ دار و رسن برپا
که لے آغوش میں آئی نہ کیوں مہر درخشاں کو

(۷) طاسین المشیئہ ، اس باب میں مشیت خداوندی کا ذکر کیا گیا ہے کہ ابلیس کا پیدا کیا جانا بھی عین حکمت ہے اور یہی اس کی مشیت ہے ۔ ان اسرار کو ہر کس وناکس نہیں جان سکتا ہے ۔ چنانچہ ابلیس کہتا ہے کہ اگر میں یہ جانتا کہ آدم کو سجدہ کرنا مجھے نجات دلا دے گا تو میں سجدہ کر لیتا لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس دائرے کے پیچھے بھی کئی اور دائرے ہیں یعنی امتحان اور ابتلا کے کئی مقامات ہیں جو بہت کم لوگوں پر واضح ہیں ۔

(۸) طاسین التوحید ۔ یہ مختصر سی طاسین ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

که مقام توحید اتنا بلند ہے جسے الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا ۔ ہماری تمام تعبیرات اور توجیہات اس کے معنی کو واضح نہیں کر سکتی ہیں ۔

(۹) طاسین الاسرار فی التوحید ۔ یہ باب بھی سابقہ باب کی تفصیل ہے ۔ توحید کا راز یہ ہے کہ جس کی توحید کی گئی ہو اسکی حدبندی نہیں کی جا سکتی یعنی وہ لامحدود ہے اور ایک محدود لامحدود کی تعریف نہیں کر سکتا ۔

(۱۰) طاسین التنزیہ ۔ اس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کی ذات تمام چیزوں سے پاک ، منزہ اور مبرا ہے ۔ اس کو کسی اسم ، ضمیر ، عدد ، حد ، تعریف وتوصیف کے ذریعے نہیں سمجھا جا سکتا ہے ۔ وہ بے مثال وبے نظیر ہے ۔ اس کی توحید کا ذکر بھی ہماری زبان وبیان کے بس کی بات نہیں ہے ۔ تمام عزت اسی کیلئے ہے جو محض اپنی پاکیزگی کی وجہ سے معارف والوں کے طریقوں اور کشف وکرامات والوں کی سمجھ سے بری ، بلند اور پاک ہے ۔ تمام مخلوقات سرگرداں وپریشان ہیں ، یہ وہ مقام ہے جہاں دونوں جہان فنا ہو جاتے ہیں ، حجتیں دم توڑ دیتی ہیں اور علم ومعرفت لاشے ہو جاتے ہیں ۔

بستان المعرفة ۔ بعض حضرات نے اس کو الگ رسالہ قرار دیا ہے اور کتاب الطواسین کا حصہ نہیں سمجھا لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ اس کو بھی کتاب الطواسین کا گیارھواں باب تسلیم کیا جائے ۔ معرفت کے بارے میں حلاج نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ قابل صد تحسین وآفرین ہیں وہ کہتا ہے کہ :

"معرفت نہ صرف ان چیزوں ھی سے اوجھل ہے جو ہماری نظروں سے پرے ہیں بلکہ وہ ہر چیز کی غایت اور منتہی سے بھی پرے ہے ، حتی کہ

وہ ھمت کی حدود سے بھی پرے ہے ، بھیدوں کی دنیا سے بھی پرے ہے ، خبر اور نظر کے عالم سے بھی پرے ہے اور ادراک کی کمند سے بھی پرے ہے " ۔

"یہ وہ دنیا ہے جو سب شے کے ضمن میں آتی ہے جو شروع میں ھی نہیں تھی جو بعد میں پیدا ھوئی اور وہ جو چیز ابتداء میں نہ ھو اور بعد میں وجود میں آئے وہ اپنی ذات کے لئے مکان کی محتاج ھوتی ہے ۔ اس کے برعکس ایک ایسی ھستی جو ھمیشہ سےھو اور جواطراف وجوانب اور اسباب وذرائع سے پہلے ھو اس کو سمتیں اور طرفیں کیسے گھیر سکتی ھیں اور حدود و نہایات کیسے چھو سکتی ھیں " ۔

"عجیب بات ہے کہ ایک ایسا شخص جو یہ نہیں جانتا کہ اس کے بدن پر کالا بال کیوں اور سفید بال کیوں اگتا ہے وہ کیسے دعوی کر سکتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کے خالق کو پہچانتا ہے ایک انسان جو مجمل اور مفصل کو نہیں پہچانتا ، جو اول وآخر کو نہیں جانتا ، جو اسباب وعلل کو نہیں سمجھتا اور جو حقائق ولطائف پر نظر نہیں رکھتا اس کا دعوی معرفت ایک ایسی ذات کیلئے جو دائمی اور ابدی ہے کیونکر درست تسلیم کیا جا سکتا ہے "

"پس وہ ذات پاک ہے جس نے ان معرفت کے دعوی کرنے والوں کو کہیں الفاظ واسماء کے ، کہیں نقوش ورسوم اور عادات وعلامات کے پردے ڈال رکھے ھیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نے کہیں قال کے بھیس میں ، کہیں حال کے لباس میں ، کہیں کمال کے پیرھن میں اور کہیں جمال کے پردے میں اپنے حسن جہاں آرا کو چھپا رکھا ہے ۔ "

یہ طواسین کا ایک سرسری جائزہ ہے ورنہ ارباب نظر کیلئے اس میں بہت کچھ ہے ۔